محمد مظہرالدین صدیقی

سود کا مسئلہ

سود کی ممانعت کے بارے میں آج کل دو گروہوں کے درمیان شدید اختلاف رائے ہے۔ ایک گروہ جو موجودہ نظامِ سرمایہ داری سے متاثر ہے دعوے کرتا ہے کہ اسلام نے صرف غیر پیداآور سود کو حرام کیا تھا یعنی اس سود کو جو حاجت مند افراد اپنی گھریلو اور خانگی ضرورتوں کے لئے ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کو دیتے ہیں چونکہ اس قسم کے سود سے سوسائٹی کو بحیثیت مجموعی کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے اس لئے یہ سود اسلام کے نزدیک ناجائز ہے۔ دوسری شکل یہ ہے کہ کاروباری اور صنعتی اغراض کے لئے جو قرض لیا جائے اس پر سود ادا کرنا پڑے۔ ان حضرات کے خیال میں یہ سود نہ صرف زمانہ جدید کے حالات میں جائز بلکہ ضروری ہے۔ کیونکہ بینکنگ کا پورا نظام اس سود پر چل رہا ہے اور اس قسم کے سود کو جائز قرار دئے بغیر صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے سرمایہ کا حصول دشوار ہوگا۔ جہاں تک اسلامی احکام کا تعلق ہے اس بارے میں قرآن اور احادیث کی ہدایات بالکل صاف و صریح ہیں اور ان میں کسی قسم کا ابہام یا اشتباہ نہیں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم صاف طور پر ہدایت کرتا ہے:

الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس	جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کی مثال ان لوگوں کی ہے جنھیں شیطان نے مخبوط کر دیا ہے۔
یمحق اللہ الربوا و یربی الصدقات۔	اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔
یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔	اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہو اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ اگر تم یہ نہیں کرتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔

حدیث میں آتا ہے:

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لعن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدہ۔	جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے کھلانے والے اس کی دستاویز لکھنے والے اور گواہی دینے والے پر لعنت بھیجی ہے۔
عن عبادہ بن الصامت قال قال	عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذھب بالذھب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواءً بسواءٍ یداً بید فاذا اختلف ھذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید۔

وسلم نے فرمایا کہ سونے کو سونے، چاندی کو چاندی گیہوں کو گیہوں، کھجور کو کھجور، جو کو جو اور نمک کو نمک سے برابر بیچو، اور خریدو۔

اگر ان اصناف میں اختلاف ہو تو جس طرح چاہو بیچو بشرطیکہ ہاتھوں ہاتھ لین دین ہو۔

عن عثمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تبیعوا الدینار بالدینارین ولا الدرھم بالدرھمین۔

عثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دینار کو دو دینار اور ایک درہم کو دو درہموں سے نہ بیچو۔

ان آیات اور احادیث میں سود کی ممانعت صاف اور صریح الفاظ میں کی گئی ہے۔ نیز پیدا آور اور غیر پیدا آور قرضوں میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے۔ اگر اسلام کا منشاء یہ ہوتا کہ صرف خانگی اور گھریلو ضروریات کے لئے سودی لین دین کی ممانعت کردی جائے تو وہ نہایت آسانی سے پیدا آور قرضوں کو اس امتناعی حکم سے مستثنیٰ قرار دیتا۔ یہ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا آور قرضوں پر سودی لین دین کا رواج نہیں تھا یا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے سودی لین دین سے ناواقف تھے اس کے باوجود آپ نے ان دونوں اقسام سود کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔ اس کے علاوہ سودی لین دین کی تہ میں جو بنیادی ذہنیت کارفرما ہے وہ دونوں صورتوں میں یکساں قائم رہتی ہے خواہ سود پیدا آور اغراض کے لئے لیا جائے یا خانگی ضروریات کے لئے۔ جس طرح خانگی ضروریات کی صورت میں سود لینے والے کو مدیون کی مالی استطاعت سے کوئی بحث نہیں ہوتی ہے۔ اور وہ یہ نہیں دیکھتا ہے کہ حاجت مند شخص ختم مدت پر سود کی رقم دے سکے گا یا نہیں۔ اسی طرح پیدا آور قرضوں میں بھی سود لینے والے افراد کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی ہے کہ جس کاروبار کے لئے قرضہ حاصل کیا جا رہا ہے اس میں منافع ہو رہا ہے یا نقصان۔ دونوں صورتوں میں سود خوار کو صرف اپنے فائدہ سے غرض ہوتی ہے اور وہ قرضہ لینے والوں کے نفع نقصان میں شریک نہیں ہونا چاہتا ہے اس طرح ہر دو حالتوں میں سودی لین دین ایک خود غرضانہ اور نفع پرستانہ ذہنیت پیدا کرتا ہے اس بنیادی ذہنیت کے لحاظ سے جو معاشرتی احساس اور اصول اخوت کے قطعاً منافی ہے پیدا آور اور غیر پیدا آور سود میں کوئی فرق نہیں ہے۔

سود کی ممانعت کے متعلق ایک عام اعتراض یہ ہے کہ جب اشیاء کی تجارت کو جائز قرار دیا گیا ہے تو پھر سود کو جو اصل کی تجارت ہے کیونکر ممنوع قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسلام نے لگان کو جائز رکھا ہے تو پھر اکثر جس میں ایک

حصہ دار صرف اصل لگاتا ہے۔ لیکن کاروبار میں عملی حصّہ نہیں لیتا ہے اسے بھی جائز قرار دیا ہے۔ مکانات کا کرایہ حاصل کرنے کی بھی اسلام میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔ تو پھر سود لینے میں کیا حرج ہے۔ اس اعتراض کا جواب ایک عالم دین نے یہ دیا ہے:

"دنیا کے سارے کاروبار اور لین دین کے معاملات میں فریقین ایک دوسرے کے لئے کچھ قربانی کرتے ہیں مثلاً تاجر کپڑے دیتا ہے اس کے معاوضہ میں خریدار سے اس کی قیمت وصول کرتا ہے۔ کرایہ کی شکلوں میں مثلاً موٹر کے مالک کو اگر کرایہ کا روپیہ ملتا ہے تو جس وقت تک کرایہ دار اس کی موٹر کا استعمال کرتا ہے موٹر کے تمام کل پُرزے اپنی صفاتِ کارکردگی بتدریج کھوتے رہتے ہیں۔ سال بھر کے بعد مکان جب کرایہ دار واپس کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ مکان اور اس کے تمام عناصر اور اجزاء اس ہیئت میں باقی نہیں رہتے ہیں جو کرایہ پر لیتے وقت ان کی تھی۔ الغرض کرایہ کی شکلوں میں بھی اگرچہ اور چیزیں موٹر مکان وغیرہ کے مالک کو واپس ہو جاتی ہیں لیکن ان صفات کی قربانی ضرور ہوتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں جس نے بجائے موٹر کے آپ سے دو ہزار روپیہ قرض لئے اور دس سال بعد واپس کئے تو لینے کے وقت آپ اپنے روپیہ کو اسی حالت میں واپس لیں گے جس حالت میں دس سال پہلے دئیے تھے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس عرصہ میں روپیہ کی صفات پر کہنگی اور فرسودگی طاری ہوئی۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ سود خوار کو نہ اصل کی قربانی کرنی پڑتی ہے اور نہ مال کے صفات کی۔"[1]

نظام سرمایہ داری سود کے جواز میں ایک بہت بڑی دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ سود کے بغیر لوگ اپنا سرمایہ بڑی مقدار میں صنعتی کاروبار میں نہیں لگاتے ہیں۔ اس لئے سرمایہ رکھنے والے افراد کو اس امر کی ترغیب دینے کیلئے کہ وہ اپنا زیادہ سے زیادہ روپیہ اور دولت صنعتی اور تجارتی کاروبار میں لگائیں سود کا جواز ضروری ہے گویا کہ سود پیدا آور قوتوں میں اضافہ کا ایک نہایت اہم ذریعہ ہے اور اگر سود کو جائز نہ رکھا جائے تو پیدا آور قوتیں ایک خاص نقطہ پر ٹھہر جائیں گی۔ اور اس سے پوری دُنیا کو نقصان پہنچے گا۔ اس دلیل سے بعض اہم سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ پیدا آور قوتوں کی یکطرفہ توسیع کہاں تک انسانی نظم معیشت کی ترقی کے لئے ضروری اور فائدہ مند ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اب زمانہ کے حالات کا اقتضا کیا ہے۔ یہ کہ پیدا آور قوتوں میں مزید اضافہ کیا جائے یا عوام کی قوّت صرف اور قوّتِ خرید کو بڑھایا جائے اور دونوں میں سے کونسا عنصر انسان کی معاشی کارکردگی اور معاشرہ کی فلاح کے لئے زیادہ ضروری ہے۔ تیسرے یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا لوگوں کو صنعتی اغراض میں

---

[1] ماخوذ از "اسلام اور سود" مصنّفہ ڈاکٹر انور اقبال قریشی۔

سرمایہ لگانے کی ترغیب دینے کا یہ طریقہ فائدہ سے زیادہ نقصانات کا موجب نہیں ہوتا ہے اور کیا اس طریقہ کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا ہے جس سے اس کے مضرات بھی رفع ہو جائیں اور سرمایہ بھی کافی مقدار میں صنعتی اور کاروباری اغراض پر لگایا جا سکے۔

ان سوالات کا جواب دینے کے لئے ہمیں ان حالات پر نظر ڈالنی چاہیئے جن میں اہلِ یورپ نے سُود کے جواز کا فیصلہ صادر کیا اور پھر یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ انھیں اس کی وجہ سے کیا فوائد حاصل ہوئے۔ آیا یہ فوائد عام انسانیت کے لقطۂ نظر سے مطلوب تھے یا ان سے صرف وہ قومیں مستفید ہوئیں جو اس زمانہ میں ترقی یافتہ آلات پیدائش کی اجارہ دار تھیں۔ پھر ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ان قوموں کے فوائد کے مقابلہ میں پسماندہ ممالک کے عوام کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا۔ آخر میں ہمیں اس بات پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ جس زمانہ میں سودی لین دین کے جواز کی وجہ سے سرمایہ دار قوموں نے معاشی ترقی کی تھی اس زمانہ کے حالات اور موجودہ حالات میں کیا فرق ہے اور اس فرق کے باعث سودی لین دین کے مجموعی نفع اور نقصان پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔

سود کا سب سے بڑا فائدہ یہ بتایا جاتا ہے کہ اس سے لوگوں میں سرمایہ کا ذخیرہ کرنے کے بجائے مفید کاموں میں سرمایہ لگانے کی ذہنیت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے کہ صنعت وحرفت میں لوگ سرمایہ اسی صورت میں لگاتے ہیں جب صنعتی ترقی کا میدان وسیع ہو رہا ہو، پیداوار بڑھ رہی ہو اور مزدوروں کی اُجرتیں ادا کرنے میں سرمایہ کی کم سے کم مقدار صرف ہوتی ہو۔ اگر صورتِ حال یہ نہ ہو۔ بلکہ منڈیوں کی وسعت پذیری ختم ہو جائے۔ پیداوار کی مانگ گھٹ جائے اور مزدوروں کی اُجرت اور معیارِ زندگی میں ترقی کے باعث سرمایہ کا بیشتر حصّہ اُجرتوں کی ادائیگی میں لگانا پڑے تو جس سودی نفع کی توقع پر سرمایہ دار طبقہ اپنا مال صنعت وحرفت میں لگاتا ہے اس کے حصول کا کوئی امکان نہ ہوگا۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ سرمایہ دار روپیہ لگانے پر آمادہ نہیں ہوں گے خواہ سود کی شرح میں کتنا ہی اضافہ ہو جائے۔ چنانچہ موجودہ زمانہ میں حالات ایسے ہی ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے اہلِ سرمایہ اپنا روپیہ صنعت وحرفت میں نہیں لگانا چاہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرمایہ کو مفید کاموں پر صرف کرنے کی ترغیب سود سے نہیں بلکہ تجارت اور صنعت وحرفت کے فروغ اور منڈیوں کی توسیع سے ہوتی ہے مغربی تاریخ کے جس دَور میں سودی کاروبار اور بنکوں کا زور شروع ہُوا، اس میں نئی نئی ایجادات اور فنی ترقیوں کے باعث مزدوروں کی قوّت پیداوار میں بے انتہا اضافہ ہو گیا تھا۔ اسی کے ساتھ آبادی میں اتنی تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا کہ مزدور پیشہ طبقہ میں حصولِ معاش کے لئے شدید مسابقت شروع ہو گئی۔ پھر مزدوروں کی کثرتِ آبادی اور ان کی باہمی مسابقت کے باعث اُجرتوں میں معتدبہ تخفیف ہو گئی اور سرمایہ کا نہایت قلیل حصّہ اُجرتوں کی ادائیگی پر صرف ہونے لگا۔ اس کے علاوہ اہلِ یورپ نے اپنی ترقیوں سے فائدہ

اُٹھا کر یکے بعد دیگرے پسماندہ ملکوں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ اس نوآبادیاتی توسیع سے ان کی پیداوار کے لئے نئی نئی منڈیاں کھل گئیں۔ کیونکہ یورپین سرمایہ دار جس ملک میں پہنچتا تھا وہاں کی مقامی صنعت و حرفت کو تباہ و تاراج کر دیتا تھا اور پسماندہ ممالک کے عوام کو اتنے سستے داموں پر مال فراہم کرتا تھا کہ وہ اپنی مقامی صنعتی پیداوار کے مقابلہ میں بیرونی مصنوعات کو ترجیح دینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ غرض کہ انگلستان کے صنعتی انقلاب کے زمانہ میں مزدوروں کی قلت اور بیرونی منڈیوں کے فقدان کا مسئلہ بیک وقت حل ہو گیا اور اس طرح صنعتی سرمایہ کے لئے نفع کا میدان بے انتہا وسیع ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ ایسے زمانہ میں سود کو جائز قرار دینے سے ان قوموں کو بے حد فائدہ پہنچا جو مشینی ایجادات اور فنی ترقی میں پیش پیش تھیں۔ کیونکہ سود کو جائز قرار دینے سے صنعتی کاروبار کے لئے وافر سرمایہ فراہم ہو گیا۔ لیکن اس زمانہ کے ماہرین معاشیات نے غلطی سے یہ فرض کر لیا کہ حالات ہمیشہ ایسے ہی سازگار رہیں گے۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کی ابتدا میں جو واقعات پیش آئے ان سے ظاہر ہو گیا کہ منڈیوں کی توسیع اور مزدوروں کی کثرت ایک حد کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اب صورتِ حال یہ ہے کہ ایک طرف تو مزدور منظم ہوتے جا رہے ہیں اور ان میں مسابقت کے بجائے اجرتوں میں اضافہ کی غرض سے باہمی اتفاق و اتحاد بڑھتا جا رہا ہے دوسری طرف صنعتی منڈیوں میں توسیع کے بجائے تنگی پیدا ہو رہی ہے اور صنعتی پیداوار کی کھپت کا دائرہ وسیع ہونے کے بجائے سمٹتا جا رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شرح سود بڑھا دینے کے باوجود آج کل سرمایہ داروں سے صنعتی اغراض کے لئے قرضہ حاصل کرنا دشوار ہے۔ کیونکہ سرمایہ داروں کو اب اس بات کا یقین نہیں رہا ہے کہ وہ اپنے روپیہ پر اتنا منافع کما سکیں گے جتنا صنعتی توسیع کے دور میں وہ کما سکتے تھے۔ انیسویں صدی کی ابتدا میں یورپین سرمایہ کے لئے ایشیائی ممالک، افریقہ اور امریکہ میں منافع کا میدان کتنا وسیع تھا اس کا اندازہ ان اعداد و شمار سے ہو سکتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان اور فرانس وغیرہ کے قومی سرمایہ کا کتنا بڑا حصہ اس زمانہ میں بیرونی ممالک پر لگایا گیا تھا۔ سب سے پہلے انگلستان کے سرمایہ داروں نے بیرونی حکومتوں کو قرضہ دینے اور ان سے سود وصول کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کے بعد ایک زمانہ آیا جب جنوبی امریکہ، آسٹریلیا اور ہندوستان میں ریلوں کی تعمیر و توسیع کے لئے انگریز سرمایہ دار بہت بڑے پیمانہ پر سرمایہ برآمد کرنے لگے۔ اس سے انھیں دو بڑے فوائد حاصل ہوئے۔ ایک تو ان کا روپیہ نفع بخش کاروبار میں لگ گیا جس سے انہیں بشکل سود نفع حاصل ہونے لگا۔ دوسرے اس کارروائی سے بیرونی منڈیوں کی وسعت میں اور زیادہ اضافہ ہوا۔ اور برطانوی پیداوار کی کھپت کا ایک بہت بڑا ذریعہ پیدا ہو گیا کیونکہ جیسے جیسے ریلوں کی تعمیر ہوتی جاتی تھی آسٹریلیا۔ کینیڈا اور ہندوستان کے اندرونی حصوں تک برطانوی مال کی رسائی ہوتی جاتی تھی۔ ۱۸۵۰ء اور ۱۸۷۵ء کے درمیان انگلستان سے سالانہ ۵۰ کروڑ پاؤنڈ کا سرمایہ برآمد ہوا۔

اس کے بعد کے زمانہ میں یہ رقم ۵۰۰ کروڑ پاؤنڈ سالانہ تک پہنچ گئی۔ صرف امریکہ، کینیڈا، ارجنٹائن اور آسٹریلیا میں اس سرمایہ کی وجہ سے ۱۸۵۷ء اور ۱۸۶۵ء کے درمیان ریلوں کی وسعت ۶۲۰۰۰ میل سے ۲۶۲۰۰۰ میل تک پہنچ گئی۔ ۱۹۱۴ء سے سات سال قبل کا جو زمانہ گزرا اس میں بھی برطانوی سرمایہ داروں نے بیرونی ممالک کی ریلوں میں ۴۰ کروڑ پاؤنڈ کا سرمایہ لگایا۔ ۱۸۷۳ء میں جو صنعتی سرد بازاری پیدا ہوئی اس کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ بیرونی ممالک میں برطانوی سرمایہ کی کھپت کا دائرہ محدود ہو گیا۔ اس سے پہلے برطانوی سرمایہ داروں کو اندیشہ نہ تھا کہ انگلستان کی صنعتوں میں ضرورت سے پہلے برطانوی سرمایہ داروں کو اندیشہ نہ تھا کہ انگلستان کی صنعتوں میں ضرورت سے زیادہ روپیہ لگانے کے باعث پیداوار کی کثرت اور خریداروں کی قلت کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ ان کے زائد سرمایہ کی کھپت بیرونی ممالک میں ہو جاتی تھی چنانچہ ۱۸۶۷ء اور ۱۸۷۴ء کے درمیان میں برطانوی سرمایہ داروں نے مصر، روس، ہنگری، برازیل، پیرو اور چائل کی حکومتوں کو بڑے بڑے قرضے دیئے تھے۔ اس کے علاوہ امریکی حکومت نے ریلوں کی تعمیر کے لئے جن قرضوں کا اعلان کیا تھا اس کا بھی ایک بہت بڑا حصّہ برطانوی سرمایہ داروں نے فراہم کیا تھا۔ سر رابرٹ گریفن نے لکھا ہے کہ اس زمانہ تک برطانوی سرمایہ داروں کا محبوب ترین مشغلہ یہی تھا کہ وہ بیرونی ممالک میں اپنا سرمایہ لگا کر بڑے بڑے منافع حاصل کرتے تھے۔ لیکن اسی زمانہ میں اسپینی حکومت کی حالت خراب ہو گئی اور ادھر ترکی حکومت بیرونی قرضوں پر سود ادا کرنے کے قابل نہیں رہی۔ ان واقعات نے دفعۃً بیرونی ممالک میں برطانوی سرمایہ کی کھپت کا سلسلہ روک دیا۔ اس کے باوجود ۱۹۱۴ء میں برطانوی سرمایہ داروں نے جتنا روپیہ بیرونی ممالک میں لگایا تھا وہ ان کے کل سرمایہ کے ایک ثلث کے برابر تھا۔ اس سرمایہ کا ایک بڑا حصّہ برطانیہ کی نوآبادیات اور شمالی اور جنوبی امریکہ میں لگایا گیا تھا۔

اب اسلامی ممالک میں جو لوگ سُود کو محض اس وجہ سے جائز قرار دینا چاہتے ہیں کہ اس طریقہ سے سرمایہ کے اجتماع اور فراہمی میں آسانی پیدا کر دی جائے اور اگر ایسا نہیں کیا گیا تو صنعت و حرفت کے مختلف شعبوں میں توسیع نہیں ہو سکتی ہے انہیں یہ بتانا چاہیئے کہ انگلستان اور مغربی ممالک میں صنعتی انقلاب کے زمانہ میں سرمایہ کے لئے جو سازگار حالات میسّر تھے کیا وہ حالات اب بھی موجود ہیں اور کیا سرمایہ کی اتنی بڑی مقدار کی کھپت اس دَور میں بھی ممکن ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اسلامی ممالک کے مقابلہ میں دنیا کے دوسرے ممالک صنعتی حیثیت سے بہت زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ اس لئے ان ملکوں میں مسلمانوں کے سرمایہ کا کوئی سوال نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔ پھر کیا اسلامی ممالک کی اپنی نوآبادیاں اور مقبوضات ہیں جہاں ان ممالک کا سرمایہ نفع بخش کاروبار میں لگایا جا سکتا ہے۔ اگر ان دونوں سوالات کا جواب نفی میں ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اسلامی ممالک کے لئے سرمایہ کی اتنی کثیر مقدار میں فراہمی بے ضرورت ہے جس کے لئے سود کو جائز قرار دے کر سرمایہ داروں کو خاص طور پر اجتماع دولت کی

ترغیب دی جائے۔ جہاں تک خود اسلامی ملکوں کی صنعتی توسیع کے لئے سرمایہ کی فراہمی کا مسئلہ ہے ہمارے خیال میں اس کام کے لئے اتنے محدود سرمایہ کی ضرورت ہے کہ مشترکہ کمپنیوں کے قیام اور ان کے حصص کی اجرائی سے سرمایہ کی مطلوبہ مقدار بآسانی فراہم کی جا سکتی ہے۔ خود انگلستان اور دیگر ممالک میں صنعتی ترقی اور توسیع کے لئے جائنٹ اسٹاک کمپنیاں قائم کی جاتی ہیں۔ ان میں جو لوگ حصص خریدتے ہیں انھیں سود کے بجائے سالانہ منافع تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہی طریقہ ہمارے یہاں بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود مسلمانوں کی حکومتیں تعمیری اغراض کے لئے عوام اور سرمایہ داروں سے قرض لیں اور ان پر سود کے بجائے ہر پانچ یا دس سال بعد منافع تقسیم کریں۔ اس کے علاوہ ایک اور امر قابلِ غور یہ ہے کہ موجودہ حالات میں جبکہ اسلامی ممالک میں سودی لین دین قانوناً جائز ہے عام طور پر یہ شکایت سنی جاتی ہے کہ سرمایہ دار اور مالدار افراد اپنا روپیہ صنعتی کاموں پر نہیں لگاتے ہیں بلکہ تجارت اور سٹے میں اپنی دولت صرف کرتے ہیں تاکہ جلد سے جلد اپنے روپیہ پر نفع کما لیں۔ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ سود کو جائز قرار دینے کے بعد بھی سرمایہ دار اور مالدار افراد صنعتی اور تعمیری کاموں میں روپیہ لگانے سے گریز کرتے ہیں اور سرمایہ کے اجتماع اور فراہمی کے لئے سود کی ترغیب ناکافی اور غیر مؤثر ثابت ہو رہی ہے۔ جبکہ سود کے جواز اور رواج کے باوجود بھی اہلِ سرمایہ صنعت و حرفت میں اپنا روپیہ نہیں لگا رہے ہیں اور تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ فی زمانہ نہ تو اتنے سرمایہ کی ضرورت ہے اور نہ سود کے ذریعہ سرمایہ کی فراہمی ممکن ہے تو پھر سود کے جواز پر اصرار کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ ہمارے خیال میں اگر سود کو حکماً مسدود کر دیا جائے تو اس سے موجودہ صورتِ حال میں کوئی فرق نہیں ہوگا بلکہ بہت سی خرابیوں کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ صنعتی انقلاب کے زمانہ میں سود کے جواز کے باعث اتنے کثیر سرمایہ کی فراہمی عمل میں آنے سے معاشی اور صنعتی میدان میں جو ترقیاں ہوئیں ان کا فائدہ کس کو پہنچا۔ یہ یاد رہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے ان مسائل کی نوعیت قومی یا نسلی نہیں ہے بلکہ اسلام ایسے تمام مسائل کو انسانیت کے عالمگیر نقطہ نظر سے دیکھنا چاہتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ سودی کاروبار کی وجہ سے مغربی یورپ کے ممالک میں بڑی زبردست ترقیاں عمل میں آئیں لیکن محکوم اور پسماندہ اقوام کو ان ترقیوں کی جو بھاری قیمت ادا کرنی پڑی اس کو بھی پوری طرح ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اس سودی کاروبار اور صنعتی ترقی نے جس کا ظہور یورپ کے ممالک میں ہوا تھا مشرقی ممالک کو بالکل مفلس اور قلاش کر دیا اور اسی کی وجہ سے بالآخر یورپین اقوام کے درمیان وہ معاشی اور سیاسی رقابت پیدا ہوئی جس نے ۱۹۱۴ء میں اور پھر ۱۹۳۹ء میں دو عالمگیر جنگوں کے شعلے بھڑکا دئے۔ محض اس امر کی بنا پر کہ سودی کاروبار سے چند مخصوص اور ترقی یافتہ اقوام کو بڑے زبردست منافع حاصل ہوئے اس لعنت کو جائز قرار دینا انسانیت پر ایک ظلم عظیم ہے کیونکہ اس سودی کاروبار نے افریقہ اور ایشیاء کے انسانوں کی ایک بہت بڑی

اکثریت کو یورپین استعمار اور استحصال کا شکار بنا دیا۔ پھر خود ان ممالک میں جن کو ابتدائی زمانہ میں سودی کاروبار سے بے اندازہ فائدہ پہنچا تھا کچھ عرصہ کے بعد اس کے شدید نقصانات کا تجربہ ہونے لگا۔ اولاً سود کے جواز کی وجہ سے سرمایہ کی فراہمی میں جو غیر معمولی آسانیاں پیدا ہو گئی تھیں انہوں نے صنعتی ترقی کا دروازہ تو کھول دیا لیکن اس غیر معمولی توسیع اور غیر منضبط ترقی ہی نے بالآخر کثرت پیداوار کا مسئلہ پیدا کیا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ پیدا آور قوتوں میں ترقی اور توسیع کا فائدہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب عوام الناس کی قوت خرید میں بھی اسی نسبت سے اضافہ ورنہ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام کی قوت خرید میں کمی کے باعث صنعتی اشیاء اور مصنوعات کی کھپت کا کوئی حقیقی اور مؤثر ذریعہ باقی نہیں رہتا ہے۔ سود نے اہل سرمایہ کی جتنی ہمت افزائی کی اسی تناسب سے اس نے عوام کی قوتِ خرید کو نقصان پہنچایا۔ ابتداء میں سودی کاروبار کی وجہ سے سرمایہ داروں کو بڑے بڑے منافع حاصل ہوئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مزید منافع حاصل کرنے کے لئے ان لوگوں نے پیدا آور قوتوں کے اضافہ پر اور زیادہ سرمایہ لگانا شروع کیا۔ اس نفع پرستی کے جنون میں یہ لوگ اس حقیقت سے غافل ہو گئے کہ پیدا آور قوتوں کی اس غیر معمولی توسیع کی وجہ سے اشیاء اور مصنوعات کی جو بہتات ہو گی اس کی خریداری کون کرے گا۔ اگر مزدوروں، کارکنوں، اور عام صارفین کی آمدنیوں میں مناسب اضافہ نہ کیا گیا۔ جب تک یورپ کی نوآبادیوں اور مقبوضات میں اس کثیر صنعتی پیداوار کی کھپت ہوتی رہی اور اس وقت تک سرمایہ داروں کو کثرت پیداوار کے خطرہ کا احساس نہیں ہوا۔ لیکن جب پسماندہ ممالک اور مشرقی مقبوضات میں بھی مزید صنعتی پیداوار کو جذب کرنے کی طاقت نہیں رہی اس وقت ماہرین معاشیات کو محسوس ہوا کہ محض پیدا آور قوتوں میں اضافہ کرنے سے کوئی قوم ترقی اور خوشحالی کے اعلیٰ مدارج تک نہیں پہنچ سکتی ہے جب تک کہ قومی اور اجتماعی دولت کی تقسیم بھی ایسی منصفانہ بنیادوں پر عمل میں نہ آئے جس سے لوگ صنعتی اشیاء اور پیداوار کی فاضل مقدار کو خرید کر اپنی ضروریات پر صرف کر سکیں۔ لیکن چونکہ سرمایہ داروں نے اپنے ذاتی اغراض اور منافع کی بنا پر معیشت کے اس پہلو سے غفلت برتی اس لئے جب پیداوار کی کثرت ہونے لگی اور اس کی کھپت کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا تو معاً تجارتی جھگڑوں کا دور شروع ہو گیا اور صنعتی توسیع اور ترقی کا سلسلہ مسدود ہو گیا۔ اب سرمایہ داروں کو صنعت و حرفت میں مزید سرمایہ لگانے کی فکر نہیں رہی بلکہ ان کے سامنے سوال یہ پیدا ہو گیا کہ جو روپیہ وہ صنعت میں لگا چکے ہیں اسے نقصان سے کیونکر محفوظ کیا جائے۔ لیکن نقصان سے بچنے کی اور کوئی صورت انہیں اس کے سوا نظر نہیں آئی کہ اپنی پیداوار کو محدود کر دیں۔ اور تجارت اور صنعت و حرفت کے دائرے کو وسیع کرنے کی بجائے تنگ کرتے جائیں۔ اس کا لازمی اثر یہ ہوا کہ کارخانے بند ہونے لگے صنعتی کساد بازاری کا دور شروع ہو گیا اور مزدوروں کی ایک بڑی تعداد بیکار ہو گئی۔ ان تمام واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سودی لین دین کی وجہ سے جو توسیع و ترقی ہوتی ہے وہ نقصانات سے خالی نہیں ہے۔ ابتدا میں اس کی وجہ سے ایک محدود طبقے کے افراد کو

بڑے بڑے منافع حاصل ہو جاتے ہیں۔ لیکن پسماندہ قوموں کو اس کی بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور خود ان قوموں میں جن کی صنعت وحرفت ترقی کرتی ہے عوام کی قوتِ خریداری میں تناسب اضافہ نہ ہونے کے باعث سرمایہ داروں کو بالآخران عارضی فوائد سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اور صنعت وحرفت کے نظام میں برہمی پیدا ہو جاتی ہے۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اگر سُود کو بالکلیہ منسوخ کر دیا جائے تو صنعتی اور تجارتی کاروبار کی توسیع کے لئے سرمایہ کی فراہمی کا کیا انتظام ہوگا۔ اس کا جواب جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں یہ ہے کہ لوگ صنعتی اغراض کے لئے مشترکہ کمپنیاں قائم کرکے سرمایہ داروں اور عوام سے ان کا زائد مال حاصل کر سکتے ہیں اور نفع کی صورت میں ان کے حصص پر منافع تقسیم کر سکتے ہیں۔ اس طریقہ سے سرمایہ کی ایک کافی مقدار فراہم کی جا سکتی ہے جس سے متوسط درجہ کی صنعتیں چلائی جا سکتی ہیں۔ بڑے بڑے کاموں کے لئے جن میں کثیر سرمایہ کی ضرورت ہوگی حکومت اپنی مالی ساکھ پر عوام الناس اور مالدار افراد سے قرضے حاصل کر سکتی ہے۔ یہ قرضے اگر نفع بخش کاموں میں لگائے جائیں تو قرضہ دہندوں کو بھی نفع میں شریک کیا جا سکتا ہے اور اگر ایسے تعمیری کاموں پر صرف کئے جائیں جن سے نفع کی کوئی توقع نہ ہو تو بھی حکومت باقساط ان قرضوں کی ادائیگی کا انتظام کر سکتی ہے اور زائد سرمایہ رکھنے والے اشخاص بنکوں میں روپیہ رکھانے کے بجائے اسی سرمایہ کو میعادی امانت کے طور پر حکومت کے سپُرد کر سکتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ حکومت کو قرضہ دینے کی صُورت میں بھی اُن کا روپیہ اتنا ہی بلکہ زیادہ محفوظ رہے گا جتنا بنک میں جمع کرنے یا گھروں میں ذخیرہ کرنے کی صورت میں۔ کہا جاتا ہے کہ منافع کی بنا پر تجارت اور صنعت وحرفت کی تنظیم کرنے سے نئی پیچیدگیاں پیدا ہونگی اور تجارتی اور صنعتی اداروں کو اپنی آمدنی اور خرچ کے حسابات مرتب اور پیش کرنے ہوں گے۔ لیکن یہ اعتراض اب کوئی وقعت نہیں رکھتا ہے۔ کیونکہ آج کل خود حکومتیں تاجروں اور صناعوں سے زائد منافع پر محصول لے کر انہیں تفصیلی حسابات رکھنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اگر محصول زاید منافع کے لئے حسابات کی ترتیب وتکمیل کا انتظام کیا جا سکتا ہے تو سُود کی منسوخی کی صورت میں بھی یہی عمل ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ موجودہ زمانہ میں ساری دنیا کی تجارت وصنعت سُودی لین دین پر مبنی ہے اس لئے جب تک ہماری معشیت سے وابستہ ہے ہم سُود سے کیسے پیچھا چھڑا سکتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک ہماری مملکت اور ہمارے نظام زندگی کا دائرہ اثر محدود ہے اور ہم بیرونی دنیا سے لین دین پر مجبور ہیں اس وقت تک ایک ناگزیر برائی کے طور پر ہم بیرونی تجارت کے سلسلے میں سُود کو جائز رکھینگے لیکن اپنی داخلی معیشت ایسی اساس پر قائم کرینگے کہ اس میں سے سود کا عنصر نابید ہو جائے۔ اگر کسی وقت اسلامی نظام دنیا کے ایک وسیع خطہ پر قائم ہو جائے اور ہم بیرونی ممالک کے مقابلہ میں زیادہ طاقتور اور بااثر ہو جائیں تو اس وقت باقی دنیا کو بھی ہم اپنے اصولوں کی پیروی پر مجبور کر سکتے ہیں جس طرح آج سرمایہ دارانہ نظام معیشت ہمیں اپنے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے مجبور کرتا ہے۔